HABIBIA ISLAMICUS (The International Journal of Arabic &Islamic Research) (Bi-Annual) Trilingual (Arabic, English, Urdu)
ISSN:2664-4916 (P) 2664-4924 (E)
Home Page: http://habibiaislamicus.com
Approved by HEC in Y Category
Indexing: IRI (AIOU), Australian Islamic Library, ARI, ISI, SIS, Euro pub.
PUBLISHER HABIBIA RESEARCH ACADEMY
Project of **JAMIA HABIBIA INTERNATIONAL,** Reg. No: KAR No. 2287 Societies Registration Act XXI of 1860 Govt. of Sindh, Pakistan.
Website: www.habibia.edu.pk,
This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

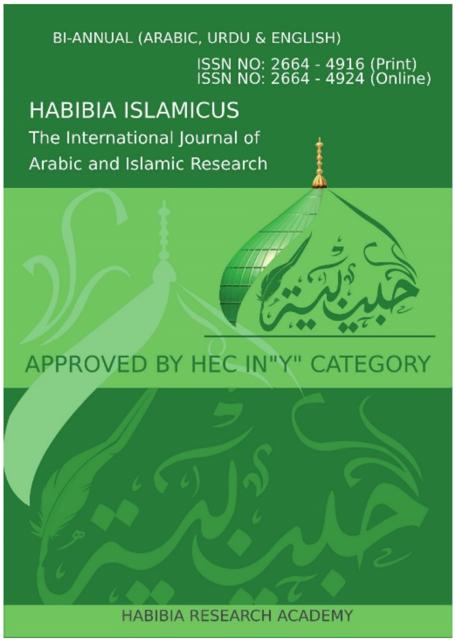

TOPIC:

EJTEHAD DIFFERENCES BETWEEN JURISTS, WISDOM AND VIRTUES: IN A MODERN CONTEXT

ائمہ ء فقہ کے مابین اجتہادی اختلافات، حکمتیں اور محاسن: عصری تناظر میں

AUTHORS:

1. *Dr. Saeed Ahmed, Asst. Prof. Institute of Islamic Studies, Punjab University, Lahore. Email: Drsaeedahmadpu@gmail.com , Orcid ID: https://orcid.org/0000-0001-5305-1731*
2. *Dr. Muhammad Iqbal, Asst. Prof. Department of Arabic, NUML, Islamabad. Email: mhiqbal@numl.edu.pk , Orcid ID: https://orcid.org/0000-0002-5633-4988*

HOW TO CITE: *Ahmed, Saeed, and Muhammad Iqbal. 2021. "EJTEHAD DIFFERENCES BETWEEN JURISTS, WISDOM AND VIRTUES: IN A MODERN CONTEXT: ائمہ ء فقہ کے مابین اجتہادی اختلافات،حکمتیں اور محاسن: عصری تناظر میں". Habibia Islamicus (The International Journal of Arabic and Islamic Research) 5 (1):1-10. https://doi.org/10.47720/hi.2021.0501u01.*
URL: http://habibiaislamicus.com/index.php/hirj/article/view/173
Vol. 5, No.1 || January –March 2021 || P. 1-12
Published online: 2021-02-10

QR CODE

EJTEHAD DIFFERENCES BETWEEN JURISTS, WISDOM AND VIRTUES: IN A MODERN CONTEXT

ائمہ ءفقہ کے مابین اجتہادی اختلافات، حکمتیں اور محاسن: عصری تناظر میں

Saeed Ahmed,　　Muhammad Iqbal

ABSTRACT

Imam Abdul Wahab Sha'rani (3 AH) and Shah Waliullah (3 AH) made it clear by unveiling the history of jurisprudential differences, its status and nature and the wisdom hidden in them that this difference is not only legitimate and praiseworthy, but also it is a convenience and relief for the Ummah. Both sought common ground from the schools of jurisprudence in general and from the four religions (Hanafi, Maliki, Shafi'i, and Hanbali) in particular and made the nation realize how the diversity of jurisprudential religions and sects caused differences with the original religion? How is the beauty that was the distinguishing feature of this religion being the cause of cutting the roots of religion? Undoubtedly, the efforts of these elders will be the first significant intellectual and practical endeavor of Ummah.

KEYWORDS: *Ejtehad, jurists, Imam Abdul Wahab Sha'rani, Shah Waliullah.*

رب العالمین کے نظامِ تکوین پر غورو فکر کرنے سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ اختلاف حسن ہے اور اختلاف کا خاتمہ قبح، چاہے یہ اختلاف عالمِ کبیر میں ہو یا عالمِ صغیر میں، آراء کا اختلاف ہو یا نتائج کے اخذ کرنے میں۔ اختلاف، انسان کی خلقت و تکوین کے لوازم میں سے ہے۔ جس طرح نوع اِنسانی اپنی شکل و صورت اور اپنی رنگت میں ایک دوسرے سے مختلف ہے، بعینہٖ اسی طرح ہر انسان اپنی استعداد و رویے، عقل و فہم اور فکر و نظر جیسے امور میں اپنے ابنائے جنس سے کسی نہ کسی طور پر ضرور منفرد و مختلف ہوتا ہے۔ اس تنوّع میں رب ذوالجلال کی آیات اور اس کی قدرت کاملہ کے دلائل وجود ہیں۔ مولانا مناظر احسن گیلانی (۱۹۸۷ء) نہایت خوبصورت پیرائے میں اختلاف کی حکمتوں کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”آدمی کا حال یہ ہے کہ باوجود آدمی ہونے کے نہ کسی کی صورت دوسروں کی صورتوں سے ملتی ہے، نہ آنکھیں ملتی ہیں، نہ ناک ملتی ہے۔ انتہاء یہ ہے کہ ایک کی آواز دوسرے کی آواز سے، ایک کی چال دوسرے کی چال سے بھی الگ ہو کر پہچانی جاتی ہے یہ (ارشاد ربانی): ﴿فِي أَيِّ صُورَةٍ مَا شَاءَ رَكَّبَكَ ﴾[1] ”جس صورت کے ساتھ چاہا تجھے جوڑ دیا۔“ کے ارادۂ قاہرہ کا حیرت انگیز تماشا ہے۔ باوجود یہ کہ ہم میں ہر ایک کی آنکھیں، ہر ایک کے کان، ہر ایک کے ابرو، غرض تقریباً ایک ایک عضو، ایک ایک جوڑ، ایک ایک بند کا محل و مقام ہر ایک میں وہی ہے جو دوسروں میں ہے۔ ایسا کون ہے جس کی آنکھیں بجائے پیشانی کے کلوب پر لگائی گئی ہوں یا اس کی ناک بجائے چہرے کے مونڈھے پر چپکائی گئی ہو؟ سب کچھ کو ایک ہی جگہ ایک ہی مقام پر قائم رکھتے ہوئے سب کو سب سے جدا کر دینا، اتنا جدا کہ کروڑوں کے مجمع میں ہر ایک پہچانا جاتا ہے، اپنی شکل سے، صورت سے، لب و لہجہ سے، چال ڈھال سے اور جو حال ظاہر کا ہے یہی اور بجنسہٖ یہی حال باطنی صفات و جذبات، عواطف و میلانات کا بھی ہے۔ اس کا نتیجہ ہے کہ لاکھوں لاکھ اشتراکی نقاط کے باوجود تجربہ نے

ثابت کیا ہے کہ دو آدمی کی طبیعت بالکلیہ ہر جہت اور ہر لحاظ سے ایک نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح ایک نہیں ہو سکتی جس طرح سمجھا جاتا ہے کہ ایک شخص کا انگوٹھے کا نشان دوسروں کے نشان سے نہیں مل سکتا۔[2]

اختلاف: ایک فکری تقاضا:

امتِ مسلمہ میں جو اختلافات واقع ہوئے ہیں اور جو ہمیشہ ہوتے رہیں گے، وہ اسی فطری جذبے کے غماز ہیں اور ان کے پیچھے مشیتِ ایزدی کارفرما ہے۔ اسی فکری اختلاف کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:" رُبّ حاملِ فقه غير فقيه" [3]"بسا اوقات فقہ کے حامل خود اس کے سمجھنے والے نہیں ہوتے۔" مندرجہ بالا حدیث میں فہم کے مختلف مدارج کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اس علم کے متعلق جو نبی رحمت ﷺ کو بارگاہ ایزدی سے عطا ہوا ہے، موسلا دھار بارش سے تشبیہ دیتے ہوئے آپ ﷺ نے سننے والوں کو مختلف قسم کی زمینوں کی شکل میں جو تقسیم فرمایا ہے، اس سے بھی اسی کی تصدیق ہوتی ہے کہ ایک ہی بات کے سمجھنے میں سب برابر نہیں ہوتے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:"مثل ما بعثني الله به من الهدي والعلم كمثل الغيث الكثير أصاب أرضًا فكان منها نقية قبلت الماء فانبتت الكلأ والعشب الكثير، وكانت منها أجادب أمسكت الماء فنفع الله بها الناس فشربوا وسقوا وزرعوا وأصابت منها طائفة أخرىٰ، إنما هي قيعان لاتمسك ماءً ولاتنبت كلاءً فذلك مثل من فقه في دين الله ونفعه بها بما بعثني الله به"[4]

"اللہ نے ہدایت کے جن علوم کو دے کر مجھے مبعوث فرمایا، ان کی مثال ایک ایسی زبردست بارش کی ہے جو کسی زمین پر برسی، پھر اس زمین کا کچھ حصہ تو ایسا تھا کہ (ہر قسم کی آلائش سے) پاک صاف تھا، اس نے پانی کو قبول کیا اور اس نے گھاس اور ہریالی کو اگایا اور بعض حصہ اس زمین کا ایسا سخت تھا جو پانی کو چوس تو نہیں سکتا تھا لیکن اس نے پانی کو روک لیا، پھر اس پانی سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو فائدہ پہنچایا یعنی خود پیا اور (جانوروں کو) پلایا اور کھیتوں کو سینچا، لیکن اسی زمین کا ایک حصہ ایسا بھی تھا جو ایسا چٹیل میدان تھا جس میں پانی بھی نہ ٹھہر سکا اور نہ گھاس وغیرہ کی روئیدگی ہو سکی۔ پس اللہ کے دین میں سمجھ بوجھ سے جس نے کام لیا اور اللہ نے جس علم کو دے کر مجھے مبعوث فرمایا، اس سے نفع اٹھایا اس کی مثل وہی ہے (یعنی پہلے دو حصوں کی)۔" دین اسلام کی خصوصیت۔۔۔ امالہ نہ کہ ازالہ۔ پروردگار عالم نے جس طرح حیوانات و نباتات میں وحدت پیدا کر دی ہے مثلاً ہاتھیوں کی ایک امت ہے، طوطوں کی ایک امت ہے، سب کا کھانا پینا، رہنا سہنا اور سب کے احساس و ادراک کا ایک حال ہے جس نے یہ کر کے دکھایا ہے، کیا آدمی میں اسی رنگ کے پیدا کرنے سے وہی قدرت عاجز ٹھہرائی جاسکتی ہے لیکن جب ایسا نہیں ہوا تو اس کے یہی معنی ہیں کہ افراد انسانی کا ظاہراً و باطناً مختلف ہونا ایک قدرتی بات ہے۔ ارشاد ربانی ہے:﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَO إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ﴾[5]"اگر آپ کا رب چاہتا تو سب لوگوں کو ایک امت بنا دیتا اور یہ ہمیشہ مختلف رہیں گے مگر وہی جس پر آپ کا رب رحم کرے اور اسی لیے پیدا کیا ہے ان کو۔" "لِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ" سے مفسرین کا ایک گروہ "انسانوں کا باہم مختلف ہونا" مراد لیتا ہے جیسا کہ امام بیضاوی (۶۸۵ھ) نے کہا ہے:"إن كان الضمير للناس فالإشارة إلى

الاختلاف"[6] "اگر (خَلَقَهُمْ) میں "هُمْ" ضمیر کا مرجع "النَّاسَ" ہے اور (وَلِذٰلِكَ) کا اشارہ ایسی صورت میں اختلاف کی طرف ہو گا۔"
بہر حال جس طریقہ سے بھی دیکھا جائے مشاہدہ اور تجربہ کی راہ سے ہو یا قرآن وحدیث کی روشنی میں ہو، ہر حال میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ افرادِ انسانی کا اختلاف مصنوعی نہیں بلکہ قدرتی ہے، بنانے والے نے آدمی کی ساخت ہی ایسی رکھی ہے کہ باہم ان کا مختلف ہو جانا ناگزیر تھا۔ اس کے ازالہ کا خیال قدرت سے مقابلہ کا خیال ہے، البتہ اس قسم کے جبلی صفات مفاسد کے روکنے کی کارگر تدبیر ہمیشہ سے یہی رہی ہے کہ ازالہ نہیں بلکہ امالہ کر کے بجائے نقصان کے ان سے نفع اٹھالیا جائے اور اسلام نے یہی کیا بھی ہے۔[7] اختلاف رائے تو صحابہ کرام کے مابین بھی ہوتا رہا لیکن اس اختلاف کو انھوں نے بالکل اہمیت نہیں دی اور یہ تو کبھی نہیں ہوا کہ مسلمانوں کے کسی گروہ کو دوسرے طبقہ سے جدا کیا گیا ہو بلکہ اس اختلاف میں افادے کے نت نئے پہلو مختلف زمانوں میں مسلمان پیدا کرتے رہے اور سچ تو یہ ہے کہ گزشتہ تیرہ صدیوں میں مختلف اقالیم وامصار میں جن بزرگوں کے جن خداداد کمالات کا ظہور اسلام کے مختلف شعبوں میں ہوتا رہا، اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان کو بروئے کار لانے میں ان اختلافات کا بھی حصہ ہے، ان ہی کی تحقیق وتفتیش، تنقید وتنقیح اور ان میں تطبیق وتوفیق اور ترجیح کی کوششوں ہی کا تو یہ نتیجہ ہے کہ دنیا میں مسلمانوں کی امامت وپیشوائی کے جلیل منصوبوں پر وہ سرفراز ہوئے اور اپنی محنتوں، جاں کاہیوں کا جو صلہ اس دن ان کے سامنے جب آئے گا، جس دن ہر صاحب فضل کو اس کا فضل عطا ہو گا، آج اس کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟ سورہ ٔھود کی مندرجہ بالا آیت کے متعلق بعض ارباب نظر کی نظر جو یہاں پہنچی ہے، جسے قاضی بیضاوی (۶۸۵ھ) نے ان الفاظ میں ادا کیا ہے:"أو اليه وإلى الرحمة"[8] "یعنی ذلک کے اسم اشارہ کا اشارہ اختلاف کی طرف بھی ہو اور رحمت کی طرف بھی ہو۔" تو جہاں تک واقعہ ہے اس سے تو اسی کی تائید ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میلانات ورجحانات کے فطرتی اختلاف کے رخ کو "البینات" (واضح احکام) سے ہٹا کر جن لوگوں نے دین کے "غیر بیناتی" حصہ کی تحقیق وریسرچ کی طرف پھیر دیا۔ ظاہر ہے کہ اپنے اجتہاد وکوشش کے صلہ سے وہ محروم نہیں ہو سکتے اور محروم کیا معنی، خدا کی رحمتوں اور کرامتوں کے وہ مستحق نہ ہوں گے تو اور کون ہو گا؟ پس کھلی ہوئی بات ہے کہ یہی اختلاف ان کے حق میں ذریعۂ رحمت بن گیا اور یوں "ذلک" کے اہم اشارہ کا اشارہ "اختلاف اور رحمت" دونوں طرف صحیح ہو جاتا ہے۔[9]

اختلاف کی حکمتیں اور محاسن:

امام شعرانیؒ (۹۷۳ھ) اختلاف کے محاسن بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک قاعدہ ذہن نشین کر لو کہ پروردگارِ عالم ازل سے ابد تک ہر چیز کو جاننے والا اور ہر امر میں حکمت سے کام لینے والا ہے۔ جب اس نے اس عالم کو پیدا کر کے استحکام عنایت فرمایا اور اس کے عیب کو جدا اور کمال کو علیحدہ کیا تو اس میں وہ اختلاف پیدا فرمائے جن کا احاطہ ناممکن ہے۔ غرض ہر چیز کو دوسری چیز سے مزاج اور صورت، وضع قطع اور جملہ حالتوں میں، جس طرح اس کے علم قدیم اور ارادہ کا تقاضا تھا، باہم مخالف پیدا فرمایا۔ چنانچہ ایک وسیع عالم ظہور میں آیا، جس میں اس

نے اپنے فرمان سے ایسے ایسے مختلف عجائبات مہیا فرمائے، جن کی انتہا نہیں۔ مجملہ اس کی نادر حکمتوں اور بیش قیمت نعمتوں اور وسیع رحمتوں کے سب سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو دو قسموں پر منقسم فرمایا، سعادت مند اور بدبخت۔ پھر ہر ایک سے وہ وہ کام لیے جن کے واسطے وہ پیدا کیا گیا ہے، خواہ وہ ایسے (احکام و نواہی) ہوں جن کے بدلے میں جنت کا وعدہ کیا گیا ہے یا ایسے جن کی سزا کے طور پر عذاب کی وعید آئی ہے اور ہر ایک کے لیے اپنے فضل و کرم سے وہ چیزیں بنائیں، جو دنیا و آخرت میں اس کے حال کے مناسب ہیں مثلاً ظاہر چیزوں کو دلکش صورت عنایت کی اور باطنی اشیاء کو ہماری نظروں سے اوجھل اور عجائبات کو حیرت انگیز کاریگریوں سے مزین فرمایا اور شریعت کے احکام اور بدکاروں کے لیے حدود مقرر کیں۔ تب کہیں جا کے مخلوقات کے لیے ایک عالم کی باقاعدہ ترتیب ہوئی اور زمان و مکان کا کامل انتظام ہوا اور اس درجہ کامل کہ بڑے بڑے عقلاء اور حکماء بول پڑے کہ اس طرح کی شان خلاقیت و ابداع حیطۂ امکان سے باہر ہے ارشاد ربانی ہے: ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ﴾[10] "یقیناً بلاشبہ ہم نے انسان کو نہایت ہی حسین پیرائے میں تخلیق فرمایا۔" مزید برآں اللہ تعالیٰ نے عالم کی ہر چیز کو ہر کسی کے لیے مفید نہیں بنایا اور نہ ہر مضر کو ہر کسی کے لیے نقصان دہ بنایا بلکہ ایک چیز کسی لیے نفع بخش ہے تو کسی کے لیے نقصان دہ، اسی طرح اس کے برعکس یہاں تک کہ ایک چیز کسی کے لیے ایک وقت میں نفع بخش ہے تو وہی چیز دوسرے وقت میں اس کے لیے نقصان دہ ہے جیسا کہ ہر قسم کی ظاہری اور باطنی اشیاء میں روزمرہ میں مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ اس میں ایسے مفاہیم چھپے ہیں جو فکر و نظر کی دسترس سے ماوراء ہیں اور ایسے بھید ہیں جن پر آگاہی اس عالم الاسرار (بھیدوں کو جاننے والی ذات) کی توفیق کے بغیر ناممکن ہے۔ اس مضمون سے درج ذیل حدیث نبوی ﷺ کا مفہوم واضح ہو گیا: "کل میسر لما خلق له"[11] "ہر شخص کے لیے وہ چیز آسان کر دی گئی ہے، جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔" مذکورہ بالا قاعدہ کی روشنی میں یہ حقیقت مبرہن ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے مرد سعید کو جو ہمیشہ کے لیے مکلف بنایا ہے تو نعوذ باللہ اس سے کچھ مکر نہیں کیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ امت محمدیہ ﷺ کا فروع دین میں مختلف ہونا ہدایت اور آخرت میں محمود ہونے کا باعث ہے اور یہ بھی کہ پروردگار عالم نے ہمیں لغو اور قسم قسم کی تکالیف کا مکلّف فضول میں نہیں بنایا بلکہ جب کوئی مکلّف امور دینیہ میں سے کسی امیر کو کسی رسول یا کسی امام کے فرمان کی وجہ سے عبادت سمجھ کر بجالاتا ہے تو اس وقت اس کی ازلی نیکیوں میں سے اس کو اس کے شایان شان اعلیٰ مرتبۂ سعادت حاصل ہوتا ہے۔[12]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین فقہی اختلافات۔۔۔اسرار و حِکَم:

امتِ مسلمہ میں جو اختلافات واقع ہوئے ہیں اور جو ہمیشہ ہوتے رہیں گے، وہ فطری ہیں اور ان کے پیچھے مشیت ایزدی کارفرما ہے۔ یہ فطری اختلافات اگر اپنی حدود سے متجاوز نہ ہوں اور ان کے اصول و آداب کا التزام کیا جائے تو یہ بہت ہی مفید اور نفع بخش ثابت ہوتے ہیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو رحمت قرار دے کر اس طرف اشارہ فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر[13] کا قول کتب میں

منقول ہے:"لقد نفع الله باختلاف أصحاب النبي صلي الله عليه وسلم... في أعمالهم لا يعمل العامل بعمل رجل منهم إلا رأي أنه في سعة ورأي أن خيرًا منه عمله"[14]

"نبی اکرم ﷺ کے اصحاب کے جو اختلافات ان کے اعمال میں تھے، اللہ تعالیٰ نے اس سے یہ نفع پہنچا دیا کہ مسلمانوں میں سے جو کوئی کسی بھی صحابی کے طرز عمل کے مطابق عمل پیرا ہوتا ہے، وہ اپنے آپ کو گنجائش میں پاتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ جو کام وہ کر رہا ہے، اسے اس سے زیادہ بہتر آدمی نے کیا تھا۔" مولانا مناظر احسن گیلانیؒ (۱۹۸۷ء) فرماتے ہیں: "صحابہؓ کے اختلافات پر تو خیر یہ بات صادق ہی آتی ہے ، ہم عامیوں کے لیے یہی حال ائمہ کے اختلافات کا بھی ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ کا نہ سہی، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا تو یہ عمل ہے یا امام شافعی رحمہ اللہ کا نہ سہی امام احمد رحمہ اللہ کا تو عمل ہے اور ہم سے تو بہر حال سب ہی بہتر اور خیر ہیں۔"[15] کیونکہ ائمہ مجتہدین قول بالرائے سے بری ہیں، اس لئے بغور جائزہ لینے سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ اختلافی مسائل میں وہ کسی نہ کسی صحابی کی پیروی کر رہے ہوتے ہیں اور کسی بھی صحابی کی پیروی کرنا صراط مستقیم کی پیروی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر نے تنبیہ فرمائی ہے: "أي ذلك أخذت بل لم يكن في نفسك منه شي"[16] "ان میں سے جسے بھی اختیار کر لو، (درست ہوگا) بلکہ تمہارے دل میں اس حوالہ سے کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ تو علانیہ فرماتے تھے: "ما أحب أن أصحاب رسول الله صلي الله عليه وسلم لم يختلفوا"[17] "اگر اصحاب رسول ﷺ میں اختلاف نہ ہوتا تو میرے لیے یہ بات پسندیدہ نہ ہوتی"۔ بلکہ وہ تو یہاں تک فرماتے تھے: "ما يسرني أن لي باختلافهم حمر النعم"[18] "صحابہ کرام کے باہم اختلافات کے بدلے مجھے سرخ اونٹ بھی دیئے جائیں تو مجھے خوشی نہ ہوگی"۔ یاد رہے کہ "حمر النعم" (سرخ اونٹ) عرب کا ایک محاورہ تھا، اس سے مراد وہ ایسی چیز لیتے تھے جس سے زیادہ بہتر اور قیمتی دنیا میں کوئی دوسری چیز نہ ہو کیونکہ آپ فرماتے تھے: "لأنه لو كان قولا واحدا كان الناس في ضيق"[19] "اگر ان امور میں ایک ہی فتویٰ ہوتا تو لوگ تنگی میں مبتلا ہو جاتے"۔ سنن دارمی میں آپ کا قول منقول ہے: "لو اجتمعوا علي شيء فتركه ترك السنة ولو اختلفوا فأخذ رجل بقول أحد أخذ السنة"[20] اگر صحابہ کرام ایک ہی بات پر متفق ہو جاتے تو اس بات کا چھوڑنے والا سنت کا تارک قرار پاتا اور جب ان میں اختلاف رائے ہوا تو ان میں سے جس کسی کے قول کو بھی کوئی شخص اختیار کر لے گا تو سمجھا جائے گا کہ اس نے سنت ہی کو اختیار کیا ہے"۔ سنن دارمی میں ہے کہ آپ کو کہا گیا کہ کاش آپ لوگوں کو ایک ہی مسلک پر (بزور حکومت) جمع کر دیتے تو اتفاق کے اس میموریل کے جواب میں ارشاد فرمایا: "ما يسرني أنهم لم يختلفوا"[21] "وہ (صحابہ کرام) اگر مختلف نہ ہوتے تو یہ بات مجھے اچھی نہ لگتی)"۔ امام دارمیؒ (۲۵۵ھ) نے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ: "ثم كتب إلى الآفاق أو إلى الأمصار ليقضي كل قوم بما اجتمع عليه فقهاءهم"[22]

''پھر انھوں نے اپنے تمام محروسہ ممالک کے اربابِ دانش و بینش کے نام یہ فرمان لکھوا بھیجا کہ ہر ملک کے باشندے ان ہی مسائل کی روشنی میں باہم فیصلے کیا کریں جن پر ان کے فقہاء کا اتفاق ہو چکا ہے''۔ حضرت قاسمؒ، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے مذکورہ بالا قول کے متعلق فرمایا کرتے تھے:''لقد أعجبني قول عمر بن عبد العزيز ما أحب ان لم يختلفوا''[23] ''عمر بن عبد العزیز کی یہ بات:''صحابہ کرام میں اختلاف نہ ہوتا تو یہ بات میرے لیے پسندیدہ نہ ہوتی''، مجھے بہت پسند آئی''۔ جسے اختلاف کا علم نہیں، وہ عالم نہیں. ان فقہی اختلافات کی علمی وقعت کیا ہے؟ اس کا اندازہ جناب قتادہؒ کی طرف منسوب مندرجہ ذیل قول سے ہوتا ہے:''من لم يعرف الاختلاف لم يشم أنفه الفقه''[24] ''جسے اختلاف کی معرفت نہیں، اس کی ناک نے فقہ کی بو بھی نہیں سونگھی''۔ یا سعید بن عروبہؒ کا فرمانا:'' من لم يسمع الاختلاف فلا تعده عالما''[25] ''جسے اختلافات کی خبر نہیں ہے، اسے عالم شمار نہ کرو''۔ یا قبیصہ بن عقبہؒ کا فرمان:''لا يفلح من لا يعرف اختلاف الناس''[26] ''جو اختلافات سے واقف نہیں ہے، وہ کامیاب نہیں ہو سکتا''۔ بھی فقہی اختلافات کے وقوع ہونے کی نشاندہی کرتے ہیں۔ حضرت ایوب سختیانیؒ (۱۳۱ھ) تو فرماتے تھے:''أمسك الناس عن الفتيا أعلمهم باختلاف العلماء''[27] حکم لگانے میں جلدی نہ کرنے والا وہی ہو سکتا ہے جو علماء کے اختلاف سے زیادہ واقف ہے''۔ اور اپنے استاد ابن عینیہؒ کا قول بیان فرماتے تھے:''أجسر الناس على الفتيا أقلهم علمًا باختلاف العلماء''[28] فتویٰ دینے میں زیادہ جری وہی ہو سکتا ہے (یعنی کسی چیز کے حرام یا حلال ہونے کے متعلق قطعی حکم لگانے والا) جو علماء کے اختلاف سے ناواقف ہو گا''۔ صحابہ کرامؓ کے مابین اختلافات کا ذکر کرتے ہوئے امام شاطبیؒ (۷۹۰ھ) نے نہایت حسین اور روح پرور تبصرہ کیا ہے:''إنما اختلفوا فيما أذن لهم من اجتهاد الرأي والاستنباط من الكتاب والسنة فيما لم يجدوا فيه نصًّا، واختلف في ذلك اقوالهم فصاروا محمودين لأنهم اجتهدوا فيما أمروا به''[29] ''وہ انھیں باتوں میں مختلف ہوئے جن میں اپنی رائے سے اجتہاد کرنے کا انھیں حکم ملا ہوا تھا یعنی جن پیش آمدہ حوادث و امور کے متعلق نص میں انھیں کوئی صراحت نہ ملی تو انھوں نے کتاب و سنت سے استنباط و اجتہاد کیا تو ان کے اقوال و آراء مختلف ہو گئے اور وہ اپنے اس اختلاف میں تحسین و مدح کے مستحق ہیں کیونکہ جس باب میں انھیں اجتہاد کا حکم دیا گیا تھا، اسی میں انھوں نے حکم کی تعمیل کی''۔

فقہی امور میں اختلافِ رائے اور باہمی احترام:

فقہی اختلافات کا باعث وہ اجتہادی مسائل ہیں، جن میں ائمہ مجتهدين كي آراء ایک دوسرے سے مختلف ہیں، ضروری نہیں کہ جہاں بھی ایک مسئلہ میں مختلف آراء ہوں یا دو اقوال میں بظاہر تعارض نظر آرہا ہو، وہاں حقیقی اختلاف بھی ہو۔ بسا اوقات کسی مسئلہ میں مفسرین اور فقہاء کی مختلف آراء دیکھ کر ایک ظاہر بین شخص کو یہ غلط فہمی ہو جاتی ہے، حالانکہ بعض اوقات ایک ہی نقطۂ نظر کو مختلف انداز میں دیکھا اور مختلف الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے، جس کی حقیقت ایک سطحی علم رکھنے والا شخص سمجھ نہیں پاتا اور اس پر متضاد آراء قائم کر لیتا ہے۔ اس بناء

پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اختلاف کی مختلف صورتوں کو بیان کیا جائے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ فقہی اختلافات کا آغاز صحابہ کے دور سے ہی ہو گیا تھا، تاہم یہ عقائد کا اختلاف نہیں تھا بلکہ اجتہادی اختلاف تھا اور اس اختلاف کی کئی صورتیں ہیں: (۱)۔ وہ احکام جن کی قران و سنت میں صراحت ہے اور اس کا معنی قطعی ہے، اس نوع کے احکام میں اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔ اسلام کا مدار ان قطعیات پر ہے اور یہی اسلام و کفر کی حدود کا تعین کرتی ہیں۔ (۲)۔ وہ احکام جن کی قرآن و سنت میں صراحت ہے مگر ان کا معنی قطعی نہیں بلکہ ظنی ہے، یعنی ان کے مفہوم کے تعین میں ایک سے زائد آراء ممکن ہیں۔ (۳)۔ وہ احکام جن کی قرآن و سنت میں صراحت نہیں ہے اور ظنی طور پر سمجھنا بھی ممکن نہیں ہے بلکہ ائمہ مجتہدین اور فقہاء نے اجتہاد سے ان کا استنباط کیا ہے۔ در اصل یہی نوع فقہی اختلافات کا میدان ہے۔ لیکن مختلف امور و مسائل میں اختلاف کے باوجود ان کی باہمی محبت و احترام اور اخوت و رواداری میں کوئی فرق نہیں آیا تھا، اس لیے کہ ان کا یہ اختلاف للّٰہیت پر مبنی تھا۔ امام شاطبیؒ (۷۹۰ھ) لکھتے ہیں: "وكانوا مع هذا أهل مودة وتناصح وأخوة الإسلام فيما بينهم قائمة"[30] "اس اختلاف کے باوجود باہمی الفت و محبت رکھنے والے لوگ تھے، ہر ایک ہی خواہ و خیر اندیش تھا، اسلام نے جو بھائی چارہ ان میں قائم کر دیا تھا وہ اپنے حال پر باقی اور قائم تھا"۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ ولی اللہ اس غلط فہمی "کہ ائمہ اربعہ میں سے صرف ایک حق پر ہے" کا ازالہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "والحق مانسب إلى الأئمة الأربعة قول مخرج من بعض تصريحاتهم وليس نصًّا منهم وأنه لاخلاف للأمة في تصويب المجتهدين في ماخير فيه نصًّا وإجماعًا"[31] "حق یہی ہے کہ ائمہ اربعہ کی طرف جو یہ بات منسوب کی گئی ہے (یعنی ائمہ اربعہ میں سے صرف ایک حق پر ہے) اس کی کوئی تصریح ان بزرگوں نے نہیں فرمائی ہے بلکہ جن باتوں کی انھوں نے تصریح کی ہے ان سے دوسروں نے یہ نتیجہ خود نکال لیا ہے۔ دراصل امتِ مسلمہ میں اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے یعنی نصاً اور اجماعاً یہ طے شدہ فیصلہ ہے کہ جن مسائل میں مسلمانوں کو اختیار دیا گیا ہے، ان میں تمام مجتہدین حق پر ہیں"۔

نظریہ مراعاۃ الخلاف۔۔۔ایک شبہ کا ازالہ:

یہ بات پیشِ نظر رہے کہ نظریہ مراعاۃ الخلاف کے تحت فقہائے کرام کے جن اختلافات سے رعایت اور تخفیف کی گنجائش نکالی جاتی ہے، وہ اصولی نہیں بلکہ فروعی ہیں۔ ورنہ جہاں تک شریعت کے اصولوں کی بات ہے تو ان پر سب متفق ہیں کیونکہ اصول دین میں اختلاف قطعاً حرام ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ﴾[32] (تمھارے لیے اس نے وہی دین مقرر فرمایا جس کا اس نے نوح علیہ السلام کو حکم دیا تھا اور جس کو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بذریعۂ وحی بھیجا ہے اور جس کا ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو حکم دیا تھا (اور ان کی امتوں کو حکم دیا تھا) کہ اسی دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا)۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن و سنت جس اختلاف اور تنازع سے منع کرتے ہیں، وہ اختلاف

ہے جس کی وجہ سے مسلمان ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں، مختلف فرقوں میں بٹ کر باہم ایک دوسرے سے اس طرح الگ ہو جائیں کہ ہر گروہ اپنے دین کو دوسرے گروہ سے الگ چیز خیال کرے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ﴾[33] (یہ ہے میر اسیدھا راستہ، اسی کی اتباع کرو اور دیگر راستوں پر نہ چلنا کہ کہیں تمہاری یہ روش تمھیں اللہ کے راستے سے دور نہ کر دے)۔ جبکہ "مختلف فیہا مسائل میں پایا جانیوالا فقہاء کرام کے مابین اختلاف، دراصل پہلوؤں، سمتوں اور جہتوں کے حوالہ سے ہے۔ ان فقہی اختلافات کی وجہ سے ایک ہی شریعت کی مختلف سمتیں اور جہتیں روشن ہو گئی ہیں، جس کے باعث شریعتِ اسلامیہ کو اس عظیم الشان ثمر بار درخت کی مانند قرار دیا جاسکتا ہے جس کی بہت سی شاخیں ہیں اور ہر سمت میں ہیں تاکہ کوئی شخص جدھر سے بھی آئے اس کے پھل سے لطف اندوز ہو سکے۔ ایسا نہیں ہے کہ اس درخت کی صرف ایک ہی شاخ ہو اور ہر جانب سے آنے والے کو لازمی طور پر ایک ہی سمت سے راستہ اختیار کرتے ہوئے اس تک پہنچ کر اس کا پھل کھانا ہو گا"۔[34] ائمہ مجتہدین کے مابین اختلافات کی مولانا مناظر احسن گیلانی کی حکمت افروز توجیہ ملاحظہ ہو: "سچ تو یہ ہے کہ بیضۂ اسلام سے قصداً و اختیاراً ہی نکلنے کا جنوں کسی پر سوار ہو جائے تو خیر الگ بات ہے، ان کو تاہ نصیبوں کا تو کوئی علاج نہیں، ورنہ یہ کہنا شاید غلط نہ ہو گا کہ جو اسلام ہی کے دائرہ میں جینا اور مرنا چاہتا ہے، وہ پائے گا کہ گنجائشوں کے پیدا کرنے میں اسلام نے کوئی کمی نہیں چھوڑی ہے۔ یقیناً ان گنجائشوں کا ایک بڑا باب ان فقہی اختلافات ہی کی بدولت کھلا ہے اور اسی لیے بجائے شر کے میں ان اختلافات کو اسلام اور مسلمان دونوں ہی کے لیے خیر عظیم خیال کرتا ہوں۔"[35]

خلاصہ بحث:

امام عبد الوہاب شعرانی (۹۷۳ھ) اور شاہ ولی اللہؒ (۱۷۰۳ء) نے فقہی اختلاف کی تاریخ، اس کی حیثیت و ماہیت اور اس میں پوشیدہ حکمتوں کی نقاب کشائی کر کے واضح کیا کہ یہ اختلاف نہ صرف مشروع اور محمود ہے بلکہ اس میں امت کے لیے سہولت اور تخفیف ہے۔ ان ہر دو حضرات نے فقہی مذاہب سے بالعموم اور مذاہبِ اربعہ (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) میں سے بالخصوص مشترکہ بنیادوں کو تلاش کیا اور ملت کو احساس دلایا کہ فقہی مذاہب و مسالک کا تنوع، اصل دین سے اختلاف کا سبب کیونکر بنا چاہتا ہے؟ وہ حسن جو اس گلشن کا امتیازی وصف تھا، وہ دین کی جڑیں کاٹنے کا باعث کیسے بن رہا ہے؟ بلاشبہ ان بزرگوں کی مساعی جمیلہ، احیائے ملت کی پہلی نمایاں فکری و عملی کاوش قرار پائیں گی۔ امام شعرانی (۹۷۳ھ) اور شاہ ولی اللہؒ (۱۷۰۳ء) کی تطبیقی کاوشوں سے استفادہ لمحۂ موجود کی اشد ضرورت ہے کیونکہ سیکولر ذہنیت کے حامل افراد فقہی اختلافات کا سہارا لے کر اسلام کے عملی نفاذ کو سبوتاژ کرنے کی مذموم سعی کرتے ہیں اور ان کی دلیل کا مبنی یہی ہوتا ہے کہ معاشرتی، معاشی، قانونی، سیاسی اور تعلیمی نظام کو اسلامائز کرنے میں فقہی اختلافات آڑے آتے ہیں۔ حالانکہ یہ اختلافات امتِ مسلمہ کے

لیے سہولت اور یسر کا باعث ہیں۔ ہر ترقی یافتہ اور مہذب قوم میں اختلاف رائے کو مستحسن سمجھا جاتا ہے اور اس طرح خوب سے خوب تر کی جستجو جاری رہتی ہے لیکن غلامانہ ذہنیت اور منفی سوچ رکھنے والے اسے ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے ہیں۔

تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا   کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر[36]

امام شعرانی (۹۷۳ھ) اور شاہ ولی اللہؒ (۱۷۰۳ء) نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ فقہی اختلافات میں اصل مسئلہ کی مشروعیت میں سلف میں کوئی اختلاف نہیں ہے، ان کا اختلاف محض اس بات میں ہے کہ ان دونوں میں سے افضل کون ہے؟ یہ اختلاف ایسا ہی ہے جیسے الفاظ قرأت میں قراء کا اختلاف ہے یا مختلف اطباء کے درمیان ایک ہی مرض کے طریق علاج میں ہوتا ہے۔ ارباب فکر و دانش امام عبد الوہاب شعرانی (۹۷۳ھ) اور شاہ ولی اللہؒ (۱۷۰۳ء) کی تطبیقی کاوشوں سے استفادہ کر کے نہ صرف موجودہ اختلافات کا حل نکال سکتے ہیں بلکہ آج جبکہ دنیا گلوبل ویلج (عالمی بستی) کی شکل اختیار کرتی جارہی ہے اور صدیوں کی مسافتیں لمحوں میں طے ہونے لگی ہیں، عصری تقاضوں سے ہم آہنگ اجتماعی فقہ کی تدوین کی طرف عملی پیش قدمی بھی ممکن بنائی جاسکتی ہے، جس کا خواب شاعر مشرق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا تھا۔

سفارشات و تجاویز: ہمارے نزدیک کام تین مراحل میں ہوگا: **(۱)- مذاہبِ فقہ کے مابین تطبیق کے لیے رہنما اصول وضع کیے جائیں۔** اس سلسلے میں ہمارے اسلاف نے بالعموم اور امام شعرانی اور شاہ ولی اللہ نے جو قابل قدر کام کیا ہے، اس سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ **(۲) مختلف مذاہبِ فقہ کے دلائل کو قرآن و سنت اور اجماع امت پر پیش کیا جائے۔** جس فقہی مذہب کی دلیل قرآن و سنت اور اجماع امت کے موافق ہو اور اس کو اپنانے میں امتِ مسلمہ کے لیے یسر اور سہولت بھی ہو، اسے ترجیح دی جائے۔ **(۳)- پھر ان راجح اقوال کو سامنے رکھتے ہوئے "اجتماعی فقہ کی تدوین" کی طرف پیش قدمی کی جائے۔**

حوالہ جات

1- الانفطار، ۸:۸۲

2- گیلانی، مولانا مناظر احسن، مقدمہ تدوین فقہ، مکتبہ رشیدیہ، لوئر مال، لاہور، (۱۹۷۶ء)، ص: ۱۸۱، ۱۸۲

3- امام احمد بن حنبل، مسند الامام احمد بن حنبل، مؤسسۃ الرسالۃ، (۲۰۰۱ء)، حدیث زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، ج:۳۵، ص: ۴۶۷

4- البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب فضل من علم، دار طوق النجاۃ، (۱۴۲۲ھ)، ج:۱، ص: ۲۷

5 - ھود، ۱۱: ۱۱۹، ۱۱۸

6- بیضاوی، عبد اللہ بن عمر، انوار التنزیل و اسرار التاویل، دار الفکر، بیروت، (س، ن)، ج:۳، ص: ۲۶۹

7- گیلانی، مولانا مناظر احسن، مقدمہ تدوین فقہ، ص ۱۸۴، ۱۸۵

8- بیضاوی، عبد اللہ بن عمر، انوار التنزیل واسرار التاویل، ج:۳، ص:۲۶۹

9- أیضًا.

10- التین،۹۵:۴

11- البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب التوحید، باب بل ھو قرآن مجید، ج:۹، ص:۱۵۹

12- شعرانی، عبد الوھّاب، المیزان الکبریٰ، عیسی البابی الحلبی، مصر،(۱۴۱۸ھ)، ج:۱، ص:۱۰-۱۱

13- آپ بچپن میں یتیم ہو جانے کی وجہ سے اپنی پھوپھی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کے زیر تربیت آگئے تھے، ام المومنین ہی کی آغوش شفقت میں انھوں نے ہوش سنبھالا، انھیں سے علم و عمل کی پختگی ان کے حصہ میں آئی حتی کہ ان کا شمار فقہاء سبعہ میں ہوتا ہے۔(مقالہ نگار)

14- الشاطبی، ابو اسحاق ابراھیم بن موسی، الموافقات فی اصول الشریعۃ، مصر، مطبعۃ السلفیۃ،(۱۳۴۱ھ) ج:۴، ص:۱۲۵

15- گیلانی، مولانا مناظر احسن، مقدمہ تدوین فقہ، ص:۱۶۴، ۱۶۵

16- الشاطبی، ابو اسحاق ابراھیم بن موسی، الموافقات فی اصول الشریعۃ، ج:۴، ص:۱۲۵

17- أیضًا.

18- أیضًا.

19 - الشاطبی، ابو اسحاق ابراھیم بن موسی، الموافقات فی اصول الشریعۃ، ج:۴، ص:۱۲۵

20- الدارمی، عبد اللہ بن عبد الرحمن، سنن الدارمی، دار المغنی للنشر والتوزیع، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ،(۲۰۰۰ء)، باب اختلاف الفقھاء، ج:۱، ص:۴۹۰

21- الشاطبی، ابو اسحاق ابراھیم بن موسی، الموافقات فی اصول الشریعۃ، ج:۴، ص:۱۲۵۔ الدارمی، عبد اللہ بن عبد الرحمن، سنن الدارمی، باب اختلاف الفقھاء، ج:۱، ص:۴۸۹

22- الدارمی، عبد اللہ بن عبد الرحمن، سنن الدارمي، باب اختلاف الفقھاء، ج:۱، ص:۴۸۹

23- أیضًا.

24- الشاطبی، ابو اسحاق ابراھیم بن موسی، الموافقات فی اصول الشریعۃ، ج:۴، ص:۱۶۱

25- أیضًا، ج:۴، ص:۱۶۲

26- أیضًا.

27- أیضًا، ج:۴، ص:۱۶۱

28- أیضًا.

29- ایضًا، ج:۴، ص:۱۸۵، ۱۸۴

30- ایضًا، ج:۴، ص:۱۸۶

31- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، عقد الجید فی أحکام الاجتھاد والتقلید، مطبع مجتبائی دہلی، (۱۳۴۴ھ)، ص:۲۴

32- الشوریٰ، ۱۳:۴۲

33- الانعام، ۱۵۳:۶

34- ڈھلوں، عرفان خالد، نظریہ مراعاۃ الخلاف، سہ ماہی منہاج، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور، ج:۱۳، شمارہ ۱-۲ (جنوری-اپریل ۱۹۹۵ء)، ص:۱۶۴

35- گیلانی، مولانا مناظر احسن، مقدمہ تدوین فکر، ص:۱۶۳

36- علامہ اقبال، ضرب کلیم، الفیصل ناشران، لاہور، (۱۹۹۵ء)، ص:۱۶

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.